عورت، عورت کی دشمن؟

عابدہ فرحین ○

معاشرے کی حقیقی ترقی، عورت کی توقیر اور خوش حالی کے بغیر ممکن نہیں ہے، مگر اس حقیقت کے باوجود افسوس کا مقام ہے کہ دنیا بھر میں عورت آج بھی اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کرتی نظر آتی ہے۔ عورتوں کے حقوق کے حوالے سے فی الوقت کوئی ملک بھی رول ماڈل نہیں حالاں کہ دنیا کے سامنے آنے والے تمام چارٹرز میں یہ فضیلت اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے عورت کو جو مقام و مرتبہ عطا کیا ہے، وہ آج کا کوئی اجتماعی نظام نہیں دے سکا۔ تاہم، اس کے باوجود یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ پاکستان کے اسلامی جمہوریہ ہونے کے باوجود یہاں پر بھی عورت اپنے بنیادی اسلامی و سماجی حقوق سے محروم ہے۔ مسائل و مشکلات کی اس دلدل سے اس کو باہر نکالنا یقینی طور پر ایک قومی ذمہ داری ہے، مگر عورت کے بہت سے مسائل اور مصائب ایسے ہیں، جن کا تعلق خود عورت ہی سے ہے، اور وہ اس کے پیدا کردہ ہیں۔ ایسے بے شمار مسائل کا تعلق معاشرے کے مردوں سے نہیں بلکہ خود خواتین ہی سے ہے۔ لہٰذا، اس کی اصلاح تو بہرحال خود عورت ہی کو کرنی ہے۔ اور اسے اس دعوے کی تردید کرنی ہے کہ عورت، عورت کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے اور اس کا حل کیا ہے؟

عورت سے عورت کی پرخاش کا یہ مسئلہ ہمیں صرف اداروں، تنظیموں میں ہی نہیں بلکہ گھروں اور خاندانوں میں بھی کثرت سے نظر آتا ہے۔ عورت معاشرے کی عمارت کا کلیدی پتھر ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت ہر حیثیت میں خواہ ماں بہن، بیوی، بیٹی، کارمند یا ملازم

○ صدر، ورکنگ ویمن ویلفیئر آرگنائزیشن، پاکستان

(employer) یا آجر اور کارفرما (employeer)، ساتھی، ہر حیثیت میں اس کا کردار بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جہاں اس معاشرے میں اس کے اس مؤثر کردار کی ادایگی میں بے شمار رکاوٹیں حائل ہیں، وہاں اس کے اتحاد کے پارہ پارہ ہونے کا نتیجہ بھی اس کو بہت پیچھے دھکیل دینے کا سبب ہے۔ اکثر خواتین مختلف اداروں میں، خاندانوں میں اپنا بیش تر وقت اس باہمی رقابت، رسہ کشی اور کھینچا تانی میں ضائع کر دیتی ہیں۔تعمیری کاموں کے بجاے تخریبی سرگرمیوں میں لگا دیتی ہیں۔

ایک تحقیق کے مطابق ۹۵ فی صد خواتین روایتی 'شہد کی ملکہ مکھی کا نشانہ' (کوئین بی سنڈروم) بنتی ہیں، یعنی افسر خواتین اپنی نوجوان خواتین کارکنان ہی سے عدم تحفظ (Insecurity) محسوس کرتی ہیں۔ پروفیسر ہیری کوپر نے اس حوالے سے کہا کہ اس 'نشانۂ اجتماعی' (سنڈروم) کی وجہ سے وہ اپنے جونیئرز کی سرپرستی نہیں کرسکتیں۔ایک تحقیق نے یہ بھی بتایا ہے کہ جو عورتیں مردانہ برتری کے ماحول میں جدوجہد کرتے ہوئے ترقی کرتی ہیں، وہ اپنی ماتحت نوجوان خواتین کے لیے 'شہد کی ملکہ مکھی کے عتاب' کا شکار ہوتی ہیں۔ اپنی جونیئرز کے لیے ان کے اندر ہمدردی کا جذبہ کم ہوتا ہے۔ ان کا کہنا ہوتا ہے کہ جب ہم اتنی مشکلیں اٹھا کر کام کر سکتے ہیں تو یہ کیوں نہیں کرسکتیں۔ (دراصل وہ اپنے ماضی کے حالات کا بدلہ اپنی جونیئرز سے لیتی ہیں، اور بسا اوقات یہ صورتِ حال بالکل اسی طرح ساس بہو یا دیورانی اور جیٹھانی کے معاملے میں بھی نظر آتی ہے۔)

معروف ادیبہ کیلی ویلن نے The Twisted Sisterhood: Unraveling the Dark Legacy of Female Friendships نامی ایک دل چسپ کتاب لکھی ہے، جس میں وہ تین ہزار سے زائد عورتوں سے کیے گئے ایک سروے کے بارے میں بتاتی ہے کہ: ''۹۰ فی صد سے زائد خواتین میں دوسری خواتین کے بارے میں منفی جذبات (meanness) پائے گئے ہیں''۔ کیلی ویلن مزید بتاتی ہیں کہ: ''۵۰ سوالات پر مشتمل ایک سروے میں ۸۵ فی صد عورتوں نے کہا کہ ہم نے اپنی زندگی میں دوسری عورتوں ہی کے ہاتھوں بہت سی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کیا ہے''۔

گیٹ ہاپکن کی تحقیق یہ ہے کہ اکثر سینئر خواتین میں یہ خوف پایا جاتا ہے کہ وہ وقت کے ساتھ ساتھ غیراہم ہو جائیں گی۔ شاید یہی خوف ان کے منفی رویے کی وجہ ہوتا ہے۔ ہرچند کہ اس

نوع کے مسائل مردوں کے درمیان بھی پائے جاتے ہیں، لیکن یہ خواتین میں بہت زیادہ موجود ہیں۔

کچھ نہ کچھ منفی جذبات انسانی نفسیات کا حصّہ ہیں اور بنیادی طور پر انسانی سرشت میں پائے جاتے ہیں۔ بعض جذبات وخصوصیات صنفی (Gender) بنیاد پہ بھی کم یا زیادہ ہوسکتی ہیں، مگر ان کو تراش خراش کر درست سمت دینے اور شر کو خیر کے رخ پہ موڑنے کا کام گھر، مذہب، معاشرتی اقدار اور نظامِ تعلیم و تربیت کرتا ہے۔ بدقسمتی سے آج کے معاشرے میں جیسے جیسے مادیت پرستی کے رجحانات میں اضافہ ہورہا ہے، ویسے ویسے اخلاقی بلندی اور اعلیٰ ظرفی کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹا جارہا ہے اور افراد اور معاشرے سے وہ اخلاقی صفات ختم ہوتی جارہی ہیں۔

● اس اخلاقی زوال کی بنیادی وجہ تو ہمارے نظامِ تعلیم سے تربیت کے عنصر کا خاتمہ ہے، جس کا مرکزِ نگاہ اب سیرت سازی کے بجائے صرف پیسہ کمانا رہ گیا ہے اور اس نے معاشرے کے ہر طبقے کو متاثر کیا ہے اور مرد و عورت سبھی اس کا شکار ہیں۔ چوں کہ بدقسمتی سے عورت کے لیے نہ صرف آگے بڑھنے کے مواقع نسبتاً کم ہوتے ہیں، بلکہ اس کے کام کو مطلوبہ پذیرائی بھی نہیں ملتی، شاید ان میں اس لیے عدم تحفظ کا جذبہ زیادہ نظر آتا ہے۔ عورت سے عورت کی اس انہدامی فطرت کی وجہ یہ ہے کہ شاید ہماری نظروں سے بہت سے حقائق اوجھل ہوجاتے ہیں۔ مثلاً جو گروہ اندر سے کمزور ہو، وہ بیرونی طاقت سے کیوں کر مقابلہ کرسکتا ہے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ عام طور پر گھروں کے اندر پائی جانے والی کشیدگی گھر کی عورتوں کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ گھریلو سیاست میں قیادت کی باگ ڈور انھی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ بلاشبہہ اداروں اور تنظیموں میں پیشہ ورانہ سیاست تو مردوں کے درمیان بھی بہت ہوتی ہے لیکن عموماً خواتین کے درمیان یہ چپقلش اور پیشہ ورانہ حسدکاری (professional jealousy) اتنی زیادہ پائی جاتی ہے کہ بسااوقات وہاں کا نظام ہی چلانا مشکل ہوجاتا ہے۔

نہایت افسوس کے ساتھ اس بات کا اقرار کرنے میں کوئی تردد نہیں ہونا چاہیے کہ اخلاقی بہتری کے لیے تربیت کا جو کام ہمارے نظامِ تعلیم کو کرنا چاہیے تھا، وہ اس نے تو نہیں کیا، مگر سچی بات ہے کہ ہماری مساجد بھی وہ کردار ادا نہ کرسکیں جو کبھی ہمارا ورثہ تھا، حتیٰ کہ گھروں سے بھی اخلاقی بلندی کا ورثہ اس طرح منتقل نہیں ہوسکا، جس طرح ہونا چاہیے تھا، جب کہ اس اخلاقی بلندی کا درس

ہمیں صرف اسلام ہی نہیں دیگر الہامی مذاہب بھی دیتے ہیں۔

اسلامی اخلاقیات تو انسانی رویوں کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہیں اور مسلمان ہونے کے ناطے تو ہمیں ان الہامی تعلیمات پر یقین ہونا چاہیے، جو اس بارے میں ہمارا دین ہمیں بتاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کو اس بات کا یقین ہو کہ روزی دینے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہے اور اس نے یہ وعدہ کیا ہے کہ تم اگر مجھ پہ ایسا توکل کرو جیسا توکل کرنے کا حق ہے تو میں تم کو ایسے روزی دوں گا جیسے ہر پرندے کو دیتا ہوں، تو یہ ممکن نہیں کہ ہم کسی انسان سے عدم تحفظ کا شکار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: تمھاری قسمت میں جو رزق لکھا جاچکا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور تمھاری عزت اور ذلت بھی میرے ہاتھ میں ہے تو کیوں کر کسی سے خوف کھایا جائے؟ کیوں کسی کو دبا کر رکھنے میں اپنی شان اور عزت کی ضمانت سمجھا جائے؟ اگر کسی کو یہ معلوم ہو کہ حسد نہ صرف دنیا ہی میں انسان کی جڑیں کاٹتا ہے بلکہ یہ بھی جاننا چاہیے کہ یہ آخرت میں بھی اُسے کنگلا کردے گا، تو وہ اس جذبے کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دے گا۔

● اگر ہم نے کبھی اپنے بڑوں سے اور اپنے سینئرز سے یا اپنے نگرانوں کے ہاتھوں کبھی کوئی مشکل وقت برداشت کیا ہے، تو اس میں ہمارے بے چارے جونیئرز کا کوئی قصور نہیں ہے کہ ہم ان کا بدلہ اپنے جونیئرز سے لیں، یا اگر کسی نے اپنی ساس یا شوہر کی زیادتی برداشت کی ہے، تو اس میں ان کے گھر آنے والی بہو کا تو کوئی قصور نہیں کہ اس تلخی کا حساب اس سے برابر کیا جائے۔ ایسا غیر منصفانہ قدم اُٹھانے سے سوائے ماحول خراب ہونے اور کشیدگی میں اضافہ کرنے کے کچھ حاصل نہیں ہوگا، جب کہ اس کے برعکس رویہ اختیار کرکے ہم نہ صرف اپنے ساتھیوں سے عزت واحترام پائیں گے، بلکہ خود ذہنی طور پہ آسودہ ہوں گے۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہمارے گھروں اور دفاتر کا ماحول بھی خوش گوار ہوگا۔ ایسے ماحول میں پروان چڑھنے والے افراد ہی معاشرے کی تعمیر کا ذریعہ بن سکتے ہیں، کیوں کہ کسی بھی طرح کا انتشار، خواہ فکری ہو یا عملی، ہمیشہ اداروں، تنظیموں، خاندانوں حتیٰ کہ افراد کو آگے بڑھنے سے روکتا ہے اور ترقی میں سدِّ راہ بن جاتا ہے۔

● عموماً دیکھا گیا ہے کہ اگر لوگ کسی سے عدم تحفظ کا شکار ہوتے ہیں تو اس کی خامیوں کو دوسروں کے سامنے نمایاں کرکے اس کی پوزیشن خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالاں کہ

رسولِ کریمؐ نے فرمایا کہ: ''جو لوگ اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے پیچھے پڑیں گے تو اللہ ان کے عیب کے پیچھے پڑ جائے گا اور جس شخص کے پیچھے اللہ پڑ جائے گا اسے رسوا کر ڈالے گا۔ اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو'' (ترمذی)۔ یہ بات ذہن میں ہو تو وہ کیسے دوسروں کی عیب جوئی کر سکتا ہے؟

● ہم اگر کسی کو کچھ سکھا دیں گے یا بتا دیں گے تو ہمارا علم ہرگز کم نہیں ہوگا، بلکہ اس میں اضافہ ہوگا۔ اس سے سکھانے والے کے رُتبے میں کمی نہیں آتی، بلکہ اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اگر ہم کسی کے لیے آسانی پیدا کریں گے تو ہماری ہی عزت میں اضافہ ہوگا اور اس سے معاشرے میں خیر پھیلے گا۔ ایسا رویہ اختیار کر کے 'شہد کی ملکہ مکھی کے عتاب' کی سی فطرت سے نجات ملے گی۔

● اسی طرح اپنے سے زیادہ عمر، رُتبے اور علم والوں کو عزت دینے سے ہم چھوٹے نہیں ہو جاتے بلکہ ہماری عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر ہم کسی سے کچھ سیکھتے ہیں یا سیکھ سکتے ہیں تو اس کو تسلیم (acknowledge) کرنے سے ہماری بڑائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے گھروں اور اداروں کا ماحول بھی بہتر ہوتا ہے، جو کہ نہ صرف مجموعی طور پر گھر، اداروں اور معاشرے کے لیے بہتر ہے بلکہ خود عورت کے اپنے لیے بھی بہت اچھا ہے اور اس کا وقت اس غیر تعمیری سی اندرونی سیاست میں ضائع ہونے کے بجائے تعمیری کاموں میں صرف ہوتا ہے۔ تخلیقی صلاحیتیں پروان چڑھتی ہیں اور گھروں اور اداروں میں پُرسکون ماحول و ذہنی آسودگی میسر ہوتی ہے۔

متذکرہ بالا اخلاقی خوبیوں کے علاوہ بھی بہت سے محاسن اخلاق ہمیں مذہبی تعلیمات اور تاریخی حوالوں میں ملتے ہیں، جو اگرچہ مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں ضروری ہیں۔ لیکن یہ بات کہ عورت عورت کی دشمنی سے کیسے رُکے؟ تو اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان اخلاقیات کو اپنانے کی کوشش کی جائے اور اپنے اس یقین کو بڑھایا جائے کہ سب کچھ دینے والا اللہ ہے اور اس چھوٹی سی زندگی میں ہم جو بوئیں گے، وہ نہ صرف ہم آخرت میں کاٹیں گے بلکہ دنیا میں بھی ہم اور ہماری آیندہ نسلیں اس فصل کو کاٹیں گی۔ دراصل عورت ہی وہ کردار ہے جو معاشرے اور نسلوں کو بنانے سنوارنے کا کام کرتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مردانہ برتری کے معاشرے میں دراصل مرد سے عدم تحفظ کے باعث عورت کے بہت سے رویے جنم لیتے ہیں، مگر معاشرے کا ہر مرد بھی کسی عورت کی گود ہی سے تربیت پا کر جوان ہوا ہوتا ہے۔ ماں کی گود کو بچے کا پہلا مدرسہ کہا جاتا ہے۔

نپولین نے بھی کہا تھا کہ: ''تم مجھے اچھی مائیں دو، تو میں تمھیں اچھی قوم دوں گا''۔ اگر عورت ہی اخلاقی معیار سے گر جائے تو نہ صرف معاشرہ انتشار اور زوال کا شکار ہوگا، بلکہ اعلیٰ اخلاقی صفات سے عاری نسلیں جنم لیں گی۔

عورت اپنے اس مقام کا ادراک کرتے ہوئے کم از کم اپنی ذات میں، جہاں جہاں وہ موجود ہے، اس 'عورت سے عورت کی دشمنی' جیسی بیماری کو ختم کرنے کا تہیہ کرے تو ہم دیکھیں گے کہ طبقۂ نسواں کے ۵۰ فی صد مسائل خود بخود حل ہوجائیں گے۔ اگر خواتین اپنے اندر یہ ظرف پیدا کرلیں کہ ایک دوسرے کو اپنے مدمقابل کے طور پر دیکھنے کے بجاے، ایک دوسرے کو اپنے مددگار کے طور پر دیکھیں، اور ایک دوسرے کے بارے میں شک میں پڑنے کے بجاے ایک دوسرے کو سہارا دیں، تو وہ ایک ناقابلِ شکست اکائی ہوں گی۔ اگر آج کی مائیں یہ عزم کرلیں اور یہ طے کرلیں کہ اپنی گود میں پرورش پانے والے ہر بچے کو اپنی استعداد کے مطابق بنیادی اخلاقیات سکھانے میں پوری قوت لگا دیں گی۔ پھر یہ کہ اپنے ہر بیٹے کو عورت کی عزت اور اس کے حقوق کے تحفظ کی تعلیم دیں گی۔ ماں اپنے بیٹے کو بیوی کے حقوق کی ادایگی کا درس دے گی اور بیوی ماں کے حقوق کی یاددہانی کرائے گی۔ اسی طرح اداروں میں بھی اگر اپنی ذات سے اوپر ہوکر اپنی ساتھی کے لیے اخلاقی سہارا بننے کا سبق دیا جائے گا تو ہمارے گھر امن وسکون کا گہوارہ ہوں گے۔ دفاتر میں ذہنی تھکاوٹ کے بجاے خوشی اور سکون میسر ہوگا۔ عورت کی گود میں پرورش پانے والا ہر بچہ آنے والی کل میں وہ فرد ثابت ہوگا جسے اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق کا بخوبی ادراک ہوگا۔ ہر مرد عورت کو دبانے میں اپنی برتری سمجھنے کے بجاے اس کو عزت و احترام دینے، سہولت اور تحفظ دینے کو اپنا بنیادی فریضہ سمجھے گا۔

منصورہ مرکز جماعت اسلامی ملتان روڈ میں بہترین لوکیشن پر
13 مرلے کا پلاٹ براے فروخت ہے
فول پروف سیکورٹی، دینی ماحول میں انتہائی مناسب قیمت پر دستیاب ہے
سنجیدہ خواہش مند حضرات فوری رابطہ کریں۔ براے رابطہ: اویس فاروق: 0321-4425496